ناولٹ

غزالہ عزیز

بات ہے رسوائی کی

"آج سے تو میری طرف سے فارغ ہے۔"

اس چھوٹے سے جملے کے الفاظ تو بظاہر بڑے سادے سے تھے۔ مگر معنی و مفہوم میں بڑی گہرائی پنہاں تھی۔ اس کی بات کا مفہوم سمجھتے ہی وہ غصے میں پھنکارتی شوہر کو ملامت کرنے لگی۔

"تو اس کا مطلب ہے۔ تم نے مجھے طلاق دی ہے.....؟"

وہ غصے میں تلملاتی بیڈ سے اتر کے اس کے سر پر آ کھڑی ہوئی تھی۔ جہاں وہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے جھنجلایا ہوا کھڑا تھا۔

"ہاں ..... طلاق ہی دی ہے۔ کیونکہ تو اس قابل نہیں ہے کہ تجھے اپنے گھر میں رکھا جائے۔"

اس وضاحت پر فریدہ اپنی جگہ ایک لحہ کو دم بخود کھڑی رہ گئی۔

☆☆☆

بات کچھ اتنی بڑی یا معاملہ اتنا گمبھیر نہیں تھا کہ نوبت طلاق تک آ جاتی۔ فریدہ کی زبانی درازی اور بحث و تکرار نے چھوٹی سی بات کو اس نہج پر پہنچایا تھا۔ امجد کو ڈریسنگ ٹیبل پر رکھی اپنے مخصوص پرفیوم کی بوتل نہیں مل رہی تھی۔ ڈریسنگ ٹیبل پر رکھے فریدہ کے ضروری کاسمیٹکس اور دیگر چیزوں کو امجد نے اپنی پرفیوم کی بوتل ڈھونڈنے میں تہس نہس کر کے رکھ دیا تھا۔ فریدہ بیڈ پر ٹیک لگائے بیٹھی اپنے موبائل پر چیٹنگ میں مصروف تھی۔

امجد کے بار بار پوچھنے پر بھی وہ اپنے شغل میں مگن کان لپیٹے لاپروائی سے بیٹھی رہی تھی۔ لہٰذا کافی دیر اپنی مطلوبہ پرفیوم ہر جگہ ڈھونڈنے میں ناکام ہونے پر اس نے بیوی کو سخت سست سنانی شروع کر دیں۔ فریدہ محل کا مظاہرہ کرنے کے بجائے اس کی تیاری کو سر سے پاؤں تک تنقیدی نظروں سے جانچتی طنزیہ لہجے میں بولی۔

"پرفیوم تمہارا ہے۔ تمہیں پتا ہوگا۔ کہاں رکھا ہے۔ ویسے جوان ہوتے بچوں کی موجودگی میں تمہیں اپنے اس سرخی پاؤڈر کے شوق کو ترک ہی کر دینا چاہیے۔ مگر نہیں تمہیں تو ہر جگہ عورتوں کی طرح سولہ سنگھار کر کے ہی باہر جانا ہوتا ہے تو اپنے میک اپ کے سامان کو خود ہی سنبھال کر رکھا کرو۔"

فریدہ کے طنزیہ جملوں نے جلتی پر تیل کا کام کیا تھا۔ جواباً امجد نے بھی ایک ہی جملے میں اسے اس کی اوقات یاد دلا دی۔

"جوان تو ..... تو بھی نہیں رہی ہے۔ مگر تیری زبان بڑھاپے میں چھری سے زیادہ تیز اور لمبی ہو گئی ہے۔ جب مجھے خود ہی اپنے سارے کام کرنے ہیں تو تیری یہاں کیا ضرورت ہے۔ آج سے تو میری طرف سے فارغ ہے۔"

"اس کا مطلب ہے۔ تم نے مجھے طلاق دے دی۔" فریدہ نے تلملا کر کہا۔ تو امجد نے برجستہ اقرار کیا تھا۔

"ہاں طلاق ہی دی ہے۔ کیونکہ تو اس قابل نہیں ہے کہ تجھے اپنے گھر میں رکھا جائے۔"

اس وضاحت پر فریدہ اپنی جگہ ایک لحہ کو دم بخود کھڑی رہ گئی۔ پھر چند لمحوں بعد چپل کی طرف الماری

www.zemtime.com
ZEM Time SINCE 2012

ZEMTE

میں رکھے اپنے بیگ پر جھپٹی تھی۔

"ہاں تو مجھے بھی کوئی شوق نہیں ہے۔ تمہاری دن، رات چاکری کرنے کا۔ اپنے باپ، بھائی کے گھر میں آج بھی بھاری نہیں ہوں میں۔ جا رہی ہوں میں اپنے باپ کے گھر..... مگر یاد رکھنا! تمہیں ناک رگڑتے ہوئے مجھے واپس لے جانے کے لیے آنا پڑے گا۔ اب میں خود سے واپس نہیں آؤں گی اس گھر میں۔"

وہ غصے اور زعم میں مبتلا بیگ میں ضروری چیزیں ٹھونستے بول رہی تھی۔

"تجھے واپس لے کر آتی ہے میری جوتی۔ اب تو میکے میں ہی پڑی سڑتی رہے گی۔ لیکن میں تجھے لینے کبھی نہیں آؤں گا۔ نہ ہی اس گھر میں واپس قدم رکھنے دوں گا۔ خس کم جہاں پاک۔"

روز، روز کے جھگڑوں میں آج امجد نے تابوت میں آخری کیل ٹھونک دی تھی۔ اور وہ جانے کس زعم میں مبتلا تھی چیخ کر بولی۔

"ہاں، ہاں مت لینے آنا۔ یہاں تمہارے پاس رہنا بھی کون چاہتا ہے۔ میری ذمے داری اٹھانے کے لیے میرے باپ، بھائی کافی ہیں۔ چار بیٹوں کی ماں ہوں۔ فکر تو تم کرو جب مرتے وقت کوئی حلق میں پانی ڈالنے والا بھی نہیں ہوگا۔ میں بھی دیکھتی ہوں۔ اس بڈھی گھوڑی کو لال لگام کون ڈالتا ہے۔"

فریدہ کا طعنہ امجد کے دل پر جا کے لگا تھا۔ اس کے سر پر لگی تلوؤں میں بجھی تھی۔

"دوسری شادی کے لیے مرد کی عمر کوئی نہیں دیکھتا۔ میں تجھے یہ بھی کر کے دکھاؤں گا۔ یاد رکھنا.....!"

اس سے پہلے کہ وہ مزید جواباً اسے للکارتی۔ امجد نے اپنا سیل فون اٹھایا اور بکتے جھکتے کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔ پیچھے فریدہ اس کے اگلوں، پچھلوں کو کوستی وہیں کھڑی رہ گئی۔ پھر کچھ دیر بعد وہ سامان سمیٹ کر بڑے بیٹے جواد کے ساتھ میکے روانہ ہوگئی۔

جواد گاڑی میں بیٹھے بیٹھے ماں کو میکے کی دہلیز پر پہنچا کر وہیں سے واپس گھر روانہ ہوگیا تھا۔ اسے ماں باپ کے آئے دن ہونے والے معرکوں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ وہ بچپن سے ان جھگڑوں کا عادی تھا۔ جس کے بعد ہر معرکے کے اختتام پر اس کی ماں اسی طرح میکے روانہ ہو جاتی تھی۔ مگر اس بار معاملے کی گمبھیرتا اور سنگینی کا کچھ کچھ اندازہ کرتے جوانی کی سرحد پر کھڑا جواد اس گھر سے بے دخلی اور اپنے عیش و آرام کو چھوڑ کر والدین کے جھگڑوں میں الجھ کر ان آسائشات سے محروم ہونا نہیں چاہتا تھا۔ جو اس کے باپ نے ان چاروں بیٹوں کو مہیا کر رکھی تھیں۔

☆☆☆

امجد اور فریدہ کا تعلق متوسط طبقے سے تھا۔ امجد اور فریدہ کی شادی مکمل ارینج میرج تھی۔ امجد کی ماں زاہدہ بیگم جوانی میں ہی بیوہ ہوگئی تھیں۔ جس کے بعد انہوں نے اکیلے آٹھ بچوں کو پال پوس کر اعلا تعلیم دلوائی تھی۔ جس کے بعد چاروں بیٹے اور بیٹیاں آج اچھی نوکریوں پر فائز ہو کر خوش حال زندگی گزار رہے تھے۔

چاروں بیٹوں کی شادیاں بھی زاہدہ بیگم نے خاندان میں قریبی سگے رشتے داروں میں کی تھیں۔ ایک بہو بھائی کی بیٹی تھی تو دوسری بہو، بہن کی بیٹی تھی۔ امجد کی باری زاہدہ بیگم نے سگے چھوٹے بھائی کی بیٹی فریدہ کو پسند کیا تھا۔ باقی بیٹیاں بھی دو خاندان میں کھپ گئی تھیں اور دو بیٹیوں کی خاندان سے باہر شادیاں ہوئی تھیں۔

دو بیٹیاں گورنمنٹ جاب کر رہی تھیں۔ باقی دو اپنی گھر گرہستی کی ذمے داریوں میں مگن تھیں۔ سب سے چھوٹی بیٹی عائزہ گورنمنٹ ہائیر سیکنڈری اسکول میں گریڈ سولہ کی ٹیچر کی حیثیت سے جاب کر رہی تھی۔ اور ان دنوں زاہدہ بیگم عائزہ کے ساتھ ہی کرائے کے فلیٹ میں رہ رہی تھیں۔

جن بھتیجی، بھانجی کو وہ اتنے چاؤ سے بیاہ کر لائی تھیں۔ ان ہی بہوؤں نے رفتہ رفتہ سسرال میں قدم جمانے کے بعد ساس کو دودھ کی مکھی کی طرح نکال کر

www.zemtime.com

اپنی زندگی سے باہر پھینک دیا تھا۔ بدقسمتی سے عائزہ کو شادی کے دو سالوں کے اندر طلاق ہوگئی تھی۔

شوہر پہلے سے شادی شدہ نکلا تھا۔ پہلے بچے کی پیدائش کے تین دن بعد بچے کی موت کے موقع پر عائزہ کے شوہر نے اسے طلاق دے کر پہلی بیوی کے ساتھ رہنا شروع کر دیا تھا۔ جس سے اس کے بچے بھی تھے۔ مگر عائزہ کو چھوڑنے سے پہلے اس لالچی اور ہلکے کردار کے مالک شخص نے عائزہ کا اے ٹی ایم کارڈ اپنے قبضے میں کر کے اس کا سارا بینک بیلنس خالی کر کے کنگال کر دیا تھا۔ جس میں عائزہ کی ہر ماہ اسکول کی سیلری جمع ہوتی تھی۔ وہ عائزہ کی ذمے داری اپنی تنخواہ سے اٹھانے کے بجائے الٹا عائزہ کی تنخواہ ہی اپنے خرچوں کے لیے استعمال کرتا تھا۔

عائزہ نے گھر بچانے کے لیے یہ زیادتی بھی چپ چاپ برداشت کر لی تھی۔ مگر اس شخص کی فطرت میں ہی وفا شامل نہیں تھی۔ دوسرے بھائیوں نے بھی اس معاملے میں سنجیدگی سے عائزہ کا ساتھ نہیں دیا تھا۔

امجد سرکاری محکمے میں کام کرتا تھا۔ لہٰذا اوپر کی آمدنی میں اس نے بڑی تیزی سے شان دار دو منزلہ گھر، گاڑی اور دیگر آسائشات زندگی کے ساتھ پلاٹوں کی صورت میں اچھی خاصی جائیداد بھی بنالی تھی۔ اس کی اتنی تیزی سے ترقی نے خاندان اور خاندان سے باہر کے لوگوں میں حسد و جلن پیدا کر دی تھی۔

غریب گھرانے سے اٹھ کر آنے والی فریدہ جسے میکے میں اچھا کھانا، پہننا بھی نصیب نہیں تھا۔ امجد کے گھر میں ملنے والے عیش و آرام کے باعث فریدہ کے ظرف کا پیمانہ بھی بھر بھر کے چھلکنے کو بے تاب ہونے لگا۔ گھر میں روپے، پیسے کی ریل پیل اور چار، چار بیٹوں کی ماں ہونے کے زعم نے اس کے مزاج میں تکبر اور کم ظرفی پیدا کر دی۔ تعلیم کی کمی نے سونے پر سہاگہ کا کام کیا۔

اس کے گھر کا ماحول تمیز، تہذیب سے عاری تھا۔ ماں باپ اور بچے آپس میں آپ جناب کے بجائے تو، تڑاخ سے بات کرتے تھے۔ فریدہ کا دلچسپ مشغلہ خاندان بھر کی رشتے دار خواتین میں اپنی امارت کا رعب جھاڑنا اور شیخیاں مارنا تھا۔ شام سے رات تک ٹی وی کے سامنے بیٹھ کر ملکی اور غیر ملکی ڈراموں کا چسکا پورا کرنا۔

اس کے بعد صبح شوہر اور بچوں کو الٹا سیدھا ناشتا کروا کے دیر تک سوتے رہنا۔ دوپہر میں ماسی آ کر الٹی، سیدھی ذمے داری پوری کر کے روانہ ہو جاتی۔ کیونکہ فریدہ اس وقت فون پر بہنوں، دوستوں اور کزنز کے ساتھ گپ شپ میں ٹائم ضائع کرتی تھی۔ لنچ میں اسکول سے واپس آنے کے بعد بچے فون پر خود ہی اپنی مرضی کا کھانا آرڈر کر کے ماں کے ساتھ شکم سیری کے بعد ایئر کنڈیشنڈ کمروں میں آرام کرتے۔ پھر شام میں بچے خود ہی تیار ہو کر ٹیوشن اکیڈمی روانہ ہو جاتے تھے۔ کیونکہ چاروں بیٹے اب بڑے ہو گئے تھے۔ لہٰذا ماں کی عادتوں سے بے زار ہو کر خود ہی اپنے ہاتھ پاؤں چلا کر اپنی ضرورتیں اور کام سرانجام دے لیتے تھے۔

کبھی دل چاہا تو قریب رہنے والی چھوٹی پھوپھو اور دادی کے پاس چلے جاتے۔ جب کہ امجد تو صبح کا نکلا شام میں ہی لوٹتا تھا۔

سو وہ بھی گھر کے پھیکے، میٹھے کھانوں سے بے زار ہو کر بازاری کھانوں کے تیکھے ذائقوں کا عادی ہو چلا تھا۔ بچے آن لائن سروس سے لنچ ٹائم میں اتنا زیادہ کھانا منگوا لیتے تھے کہ شام تک فریدہ وہی کھانا چلاتی تھی۔ یوں صبح کے ناشتے کے علاوہ فریدہ کو دوپہر اور شام کے کھانے کا تردد بھی نہیں کرنا پڑتا تھا۔

اس یہیں سے آہستہ آہستہ چھوٹی، چھوٹی باتوں پر امجد اور فریدہ کے مابین بڑے بڑے معرکے معمول کا حصہ بنتے جا رہے تھے۔ آج بحث و تکرار سے شروع ہو کر ایک دوسرے کی عیب تراشی، الزام تراشی اور لعن طعن کے بعد طلاق تک جا پہنچی تھی۔ وہ تن فن کرتی اسی وقت ضروری سامان باندھ کر میکے

www.zemtime.com
ZEMTime SINCE 2014

روانہ ہوگئی تھی۔

☆☆☆

فریدہ نے میکے پہنچ کر ماں باپ اور بھائیوں کی ہمدردیاں سمیٹنے کے لیے، اپنی مظلومیت کی داستان سنا کر بیانگ دہل اعلان کر دیا کہ امجد نے اسے طلاق دے دی ہے۔ جسے سن کر پہلے تو دونوں بھابھیوں نے صدمے سے منہ پر ہاتھ رکھے، پھر یہ سوچ کر کہ چالیس، بیالیس سالہ نند چار بچوں کی ماں بڑھاپے میں ماتھے پر طلاق کا ٹیکہ سجا کر میکے میں دھرنا دینے آ پہنچی ہے تو پھر صدمے کی جگہ ماتھے پر ناگواری کی تیوریوں کے بل نے لے لی تھی۔

انہیں اندازہ تھا۔ غلطی اسی چار..... چار بیٹوں کے زعم میں مبتلا عورت کی ہی ہوگی۔ اسی لیے وہاں رک کر اس کے پرانے دکھڑے سننے کے بجائے منہ پھیر کر وہاں سے چل دی تھیں۔ حساب برابر، پلڑا ابھی توازن میں تھا۔ جس طرح فریدہ کو اپنے گھر کی راج دھانی میں ساس اور نندوں کا وجود گوارا نہیں تھا۔ سو اس کے اپنے میکے میں بھی بھاوجوں نے بھی یہی وتیرہ اپنایا تھا۔ لیکن فریدہ ماں باپ اور بھائیوں کی منہ چڑھی تھی۔ اس لیے اسے بھاوجوں کے رویوں کی کوئی پروا نہیں تھی۔ جو پہلے ہی عام سی شکل وصورت کی مالک، کم تعلیم یافتہ نند فریدہ کے عیش وآرام اور ٹھاٹ باٹ دیکھ کر اندر ہی اندر حسد اور جلن کا شکار تھیں۔ اب اونٹ پہاڑ کے نیچے آیا تھا تو انہیں بھی کچھ دن چسکے لے کر دل میں بھڑکتی آگ کو ٹھنڈا کرنے کا موقع ملا تھا۔

فریدہ، ماں باپ اور بھائیوں کے ہمراہ اکیلی بیٹھی رو.....رو کر امجد کے مظالم کی جھوٹی، سچی داستان رقم کر رہی تھی۔ لہذا کچھ دیر کے لیے بھائی بھی جذباتی بلیک میلنگ کا شکار ہو کر، بہن کو سپورٹ کرنے کے لیے خاندان کے بزرگوں کی پنچایت بلا کر، امجد کا دماغ ٹھکانے پر لگانے کی پلاننگ کرنے لگے تھے۔

☆☆☆

فریدہ کی طلاق کی خبر سارے خاندان میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی تھی۔ جس نے بھی سنا حیران ہوا۔ شادی کے بیس سالوں بعد نوجوانی کی سرحد پر کھڑے چار بیٹوں کی موجودگی میں فریدہ جیسی خاندان بھر کی ہوشیار ترین عورت نے طلاق کی نوبت آنے ہی کیوں دی۔ یقیناً امجد کا کسی دوسری عورت کے ساتھ افیئر چل رہا ہوگا۔ یا اس نے دوسری شادی کر رکھی ہوگی، ورنہ اچھی بھلی معقول عورت کی موجودگی میں چار بیٹوں کے باپ کو طلاق دینے کی کیا سوجھی، یا پھر فریدہ کے تیکھے مزاج اور لاپرواہیوں نے کوئی گل کھلایا ہوگا۔ وہ خاندان بھر میں تیز، طرار جو مشہور تھی۔ جتنے منہ اتنی باتیں تھیں۔

فریدہ کے منع کرنے کے باوجود زاہدہ بیگم (ساس) اور امجد کو فوری طور پر بلایا گیا تھا۔ امجد نے تو آنے سے انکار کر دیا تھا۔ زاہدہ بیگم ہی عائزہ کو ساتھ لے کر آئی تھیں۔ باقی تینوں بہنوں اور دیورانیوں نے فریدہ کے رویے اور مزاج کی وجہ سے اس معاملے میں پڑنے سے خود کو دور ہی رکھا تھا۔

اور یہ وہی نند، ساس تھیں جنہیں فریدہ نے اپنے دو منزلہ شان دار سے بنگلے نما گھر میں ایک کمرہ بھی دینا گوارا نہیں کیا تھا۔ امجد کی اتنی اچھی آمدنی کے باوجود گھر کا اوپری پورشن کرائے پر دے رکھا تھا اور آج وہی ساس اور نند مجد اور فریدہ کی صلح صفائی کرانے کے لیے اس کے میکے میں موجود تھیں۔

”مجھے آپ سے اس زیادتی کی امید نہیں تھی آپا .....ایسی تربیت کی ہے آپ نے اپنے بیٹوں کی۔ آپ کے بیٹے نے تو میری بیٹی کی زندگی کو تماشا بنا کر رکھ دیا ہے۔ سارے خاندان میں جگ ہنسائی ہو رہی ہے ہماری۔ اب لوگوں کو کیا جواب دیں گے ہم اوپر سے امجد کی اکڑ دیکھیں۔ وہ یہاں آ کر اپنی غلطی کی معافی مانگنے کا بھی روادار نہیں ہے۔“

زاہدہ بیگم اور عائزہ چپ چاپ ان کے یک طرفہ الزامات سن رہی تھیں۔ حالانکہ وہ سب اپنے بیٹی کے سسرالی رشتے داروں سے سلوک اور رویے سے

www.zemtime.com

اچھی طرح واقف تھے۔ زاہدہ بیگم کو تو بہوؤں نے بہت پہلے اپنے گھر کے معاملات سے دودھ، کی مکھی کی طرح باہر نکال پھینکا تھا اور اب الزام بھی ان ہی کو دیا جا رہا تھا۔ اگر وہ بہو، بیٹے کے گھر میں بیٹھی ہوتیں تو شاید امجد اور فریدہ کے جھگڑے میں نوبت طلاق تک نہ آتی۔ لیکن زاہدہ بیگم کے وجود اور حیثیت کو تو وہ بہویں اپنے معاملات زندگی سے بہت پہلے ہی بے دخل کر چکی تھیں۔ پھر اب شکایت بھی نہیں بنتی تھی۔

عائزہ کا دل چاہ رہا تھا کہ فریدہ بھابھی کی دوغلی شخصیت کا پول ان سب کے سامنے کھول کر رکھ دے۔ جو کسی حد تک پہلے سے ہی واقف تھے۔ مگر بڑے بزرگوں کی موجودگی میں اس کا چپ رہنا ہی مناسب تھا۔ جب کہ زاہدہ بیگم سے بھی بھائی اور بھتیجوں کی طرف سے یہ یک طرفہ الزام تراشی برداشت نہیں ہوئی تھی۔ بات ان کی تربیت پر کی جا رہی تھی۔ حالانکہ سچ تو یہ تھا کہ مرد کی تربیت چاہے جتنی بھی اچھی ہو۔ عورت اگر اس کے مقابل، مقابلے بازی اور تکرار پر اتر آئے تو اس لڑائی میں ہمیشہ ہار عورت کے حصے میں آتی ہے۔

بات صرف تربیت کی نہیں ہوتی۔ احساس ذمے داری کی بھی ہوتی ہے۔ لہذا اپنے رشتے اور تعلق کو مضبوط اور پائیدار بنانا میاں، بیوی دونوں کا فرض ہوتا ہے۔ کوئی تیسرا بیچ میں دخل اندازی کرے بھی تو مصالحت ہی کرا سکتا ہے۔ لیکن اپنی راج دھانی اور شوہر پر حکمرانی کرنے کے خواب دیکھنے والی عورتیں، اپنی زندگی سے شوہر کے معتبر رشتوں کو الگ کرتے ہوئے یہ نہیں سوچتیں کہ یہی معتبر رشتے (بوڑھے ماں باپ) ان کے گھر کی کچی دیواروں کو، مضبوطی دینے کے لیے بنیادی ستون کا کام دیتے ہیں۔

یہی سوچ اور فہم آج کل کی عورتوں کی سمجھ سے باہر تھی۔ جس کا نتیجہ جلد یا بدیر انہیں بھگتنا ہی پڑتا ہے۔ زاہدہ بیگم نے بھی بھائی، بھاوج کو یہی آئینے دکھانے کی کوشش کی۔

"دیکھو صابر! میں یہاں اپنی اور تمہارے بچوں کی تربیت پر اعتراضات اٹھانے نہیں آئی۔ اپنی بیٹی کے مزاج، رویوں اور سلوک سے تم سب اچھی طرح واقف ہو۔ مجھے کچھ بھی دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ پردہ ہٹے گا تو اپنا ہی پیٹ ننگا نظر آئے گا۔ تو بہتر ہے۔ جو کچھ ہو چکا ہے۔ اسے ایک طرف کر کے اب آگے کیا کیا جا سکتا ہے۔ اس کی فکر کرو۔ میں فریدہ کو واپس اپنے ساتھ لے جانے کو تیار ہوں۔"

فریدہ جو بڑے ہال کے باہر کھڑی ان کی باتیں سن رہی تھی۔ تنک کر اندر ہال میں داخل ہوتے رعونت سے بولی تھی۔

"مگر مجھے اس گھر میں واپس نہیں جانا ہے۔ امجد نے مجھے طلاق دی ہے۔ اب اس بے غیرت شخص کے ساتھ رہنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے۔ اب تو وہ ناک رگڑ کے معافی مانگنے آئے گا۔ تب بھی میں واپس اس گھر میں نہیں جاؤں گی۔ میری ذمے داری اٹھانے کے لیے میرے بیٹے اور بھائی ہی کافی ہیں۔"

اس کی بات سن کر دونوں بھائیوں نے بھی پہلو بدلا تھا۔ کیونکہ بہن کو سپورٹ کرنے کے ساتھ وہ مصالحت بھی چاہتے تھے۔ مگر اس کی ہٹ دھرمی دیکھ کر سب کو سانپ سونگھ گیا تھا۔

وہ جیسے تن فن کرتی وہاں آئی تھی۔ اپنا فیصلہ سنا کر ویسے ہی تنتناتی ہال کمرے سے باہر نکل گئی تو وہاں موجود تمام نفوس ایک دوسرے سے نگاہیں چرانے لگے۔ جبکہ عائزہ اور زاہدہ بیگم کو اس بے عزتی پر بہت غصہ آیا تھا۔

"دیکھ لیا تم نے اپنی بیٹی کے مزاج اور برداشت کو۔ اس نے تو میری عمر اور رتبہ کا لحاظ بھی نہیں کیا۔ ارے گھر عورت کی ضد، ہٹ دھرمی اور عدم برداشت سے نہیں بسا کرتے۔ اس کے لیے صبر، تحمل اور برداشت کی ضرورت ہوتی ہے۔ جو تمہاری بیٹی کے اندر نہیں ہے صابر۔ رہی بات امجد کی تو میں اسے سمجھانے کی کوشش کروں گی۔ آگے جو اللہ کی مرضی۔"

www.zemtime.com

ان کی شکایت جائز تھی لہٰذا وہاں موجود کسی نے ان کی بات کی نفی نہیں کی تھی۔

گھر آنے کے بعد زاہدہ بیگم نے بیٹے کو سارا قصہ من وعن سنا دیا تھا۔ جس کے بعد امجد کے غصے کو اس بے عزتی پر اور ہوا ملی تھی۔ اس نے غصے میں آ کر ماں اور بہن کو وہاں دوبارہ جانے سے سختی سے منع کر دیا۔ جس کے بعد ان کی طرف سے مکمل خاموشی اختیار کر لی گئی۔

☆☆☆

جانے خوش گمانی تھی یا زعم.....! وہ تو سمجھی تھی کہ ساس کے ساتھ امجد بھی اسے منانے آئے گا۔ اپنی غلطی کی معافی مانگے گا تو وہ بھی تھوڑے نخرے دکھانے کے بعد مان جائے گی۔ لیکن وہ تو اپنی غلطی تسلیم کرنے کے بجائے اکڑ کے بیٹھ گیا تھا تو وہ بھی انا کی ماری ضد میں اکڑ کے بیٹھ گئی۔ حالانکہ غلطی تو اس کی طرف سے بھی ہوئی تھی۔ مگر وہ بھی ماننے کو تیار نہ تھی۔ بس یہیں پر بگاڑ پیدا ہوا تھا۔ لیکن وہ کم عقل عورت انا پرستی کا شکار ہو گئی۔

فریدہ کی دونوں بھابیوں نے بھی فریدہ کے رویے کو قابل اعتراض قرار دیا تھا۔ لہٰذا دونوں نے اپنے، اپنے شوہروں پر دباؤ ڈالا کہ فریدہ کے معاملے کو جلد از جلد سلجھا لیا جائے تو اچھا ہوگا۔ بصورت دیگر وہ اس کا وجود اور قیام زیادہ دن اس گھر میں برداشت نہیں کریں گی۔

حالانکہ فریدہ اکیلے ہی میکے میں پڑاؤ ڈالے بیٹھی تھی۔ چاروں بیٹے باپ کے ساتھ اپنے گھر میں ہی رہ رہے تھے۔ بھاوجوں کو اس اکیلی کا وجود برداشت نہیں ہو رہا تھا۔ اس کے دونوں بھائی بھی بیویوں کے ہم نوا بن چکے تھے۔ لہٰذا انہوں نے فوری طور پر ایک طلاق کی شرعی حیثیت جاننے کے لیے قریبی جامع مسجد کے مفتی صاحب سے فتویٰ لینے کا فیصلہ کیا۔ جس کے مطابق امجد اور فریدہ کے درمیان ایک طلاق واقع ہوئی تھی۔

رجوع کی گنجائش تھی۔ مگر فریدہ کی طرف سے معافی مانگنے کی شرط اور اپنی ماں و بہن کی فریدہ کے میکے میں بے عزتی نے امجد کی انا کو ٹھیس پہنچائی تھی۔ لہٰذا اب وہ بھی فریدہ کو سبق سکھانے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ اس لیے اس نے ماں اور بہن کے سامنے رجوع کے فیصلے پر عمل کرنے سے صاف انکار کرتے ہوئے اپنا فیصلہ سنایا تو کمرے کے باہر موجود جواد بھی چوکنا ہو گیا۔ جسے فریدہ نے اسی مقصد کے لیے وہاں چھوڑا تھا کہ وہ اس کی غیر موجودگی، میں گھر میں ہونے والے تمام معاملات کی خبر اسے فون پر پہنچاتا رہے۔ لہٰذا باپ، دادی اور پھوپھو کے درمیان ہونے والی ہر بات کی خبر جواد رکھ رہا تھا۔

”بس میں نے کہہ دیا ہے اماں! آج کے بعد ماموں کی طرف اس ضدی عورت کو منانے کے لیے وہاں کوئی نہیں جائے گا۔ اچھا ہوا۔ اس بد دماغ عورت سے میری جان چھوٹ گئی ہے۔ مجھے بھی اب اسے دوبارہ سے گھر میں بسانے کا کوئی شوق نہیں ہے۔ میں اب دوسری شادی کروں گا۔“

”آپ امی کے ساتھ اس طرح زیادتی نہیں کر سکتے ابو! وہ ہماری ماں ہیں۔ اس لیے آپ کو انہیں گھر واپس لانا ہی ہوگا۔ ہم امی کے بغیر اس گھر میں نہیں رہیں گے۔“

اٹھارہ سالہ جواد کی مداخلت بلکہ جرات پر امجد نے اسے غصے اور ناگواری سے دیکھا تھا۔ کیونکہ جواد سے چھوٹے تینوں بھائی ابھی اتنی عقل و شعور نہیں رکھتے تھے کہ اس معاملے پر باپ سے باز پرس کر سکیں۔

”تو کس نے کہا ہے تمہیں یہاں رہنے کو۔ جاؤ اپنی ماں کے پاس تم بھی چلے جاؤ۔ مجھے بھی تمہاری جیسی ہرجائی اور مطلب پرست اولاد کی ضرورت نہیں ہے۔ اچھا ہے تمہارے نانا اور ماموں کی عقل بھی ٹھکانے آ جائے گی۔ جب ایک بیٹی کے ساتھ چار نواسوں کو بھی پالنا پڑے گا۔ پھر تم لوگوں کو بھی پتا لگ جائے گا۔ جو عیاشیاں یہاں باپ کی کمائی پر کی جا رہی ہیں۔ وہاں پہ عیاشیاں کون کراتا ہے۔“

www.zemtime.com

امجد کی ایک ہی ڈانٹ نے جواد کے سر سے ماں کی حمایت اور سپورٹ میں باپ کے روبرو آنے کا بھوت اتار دیا تھا۔ وہ مزید کچھ کہے چپ چاپ وہاں سے چلا گیا۔ وہ ان سہولتوں اور لگژری لائف اسٹائل سے محروم ہونا نہیں چاہتا تھا۔ جو باپ کی طرف سے ان چاروں بھائیوں کو میسر تھیں۔ چاروں بھائیوں کے پاس مہنگے اسمارٹ فونز موجود تھے۔ پڑھائی، لکھائی میں مدد کے لیے لیپ ٹاپ بھی موجود تھا۔ مہینے کی پاکٹ منی بھی ملتی تھی۔ اس کے علاوہ جب دل چاہے فون پر باہر سے کھانا آرڈر کرنے کی عیاشی بھی میسر تھی۔ پھر وہ پاگل تھے جو باپ کے گھر میں ان آسائشات کو چھوڑ کر ماں کے پاس چلے جاتے۔ لہذا جواد بھی باپ کے غصے سے ڈر کے چپ ہو گیا تھا۔

دوسری طرف فریدہ میکے میں بھاوجوں کے سامنے اپنی ناک نیچی ہوتے نہیں دیکھ سکتی تھی۔ اسی لیے اپنی جگہ اکڑ کے امجد کی طرف سے، معافی مانگ کر اسے گھر واپس لے جانے کی ضد پر قائم رہی تو دونوں بھائی بھی ناراض ہو کر اپنے طرف سے ہاتھ جھاڑ کے کنارہ کشی اختیار کرنے پر مجبور ہو گئے۔ وہ فریدہ سے عمر میں چھوٹے تھے۔ لہذا بڑی بہن کے ساتھ زبردستی نہیں کر سکتے تھے۔ اسی لیے ایسا رویہ اپنایا تھا تا کہ ماں باپ خود فریدہ پر اس معاملے کے حل کے لیے دباؤ ڈال سکیں۔ یوں دونوں طرف کی سرد مہری کے باعث درمیان میں کئی مہینے بیت گئے۔ تو ساجدہ بیگم کو فکر لاحق ہوئی۔ ساجدہ بیگم نے ایک بار پھر سے فریدہ کو سمجھانے اور حالات سے سمجھوتا کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔

”کچھ تم ہی عقل سے کام لو فریدہ..... آخر کب تک یہاں اکڑی بیٹھی رہو گی۔ تم تو بھری تھالی پر خود ہی لات مار آئی ہو۔ وہ گھر جو تم نے اتنے شوق سے بنوایا، سجایا اور سنوارا تھا۔ اگر امجد نے دوسری شادی کا فیصلہ کر لیا تو یاد رکھنا۔ اس گھر کے ساتھ تمہارا سب کچھ تمہاری سوکن کے اختیار میں چلا جائے گا۔ آگے کیا مستقبل ہو گا تمہارا۔ بچے تو ابھی پڑھ رہے ہیں۔ انہیں اپنے پیروں پر کھڑا ہونے میں نجانے کتنا ٹائم لگے گا۔ تب تک اس گھر میں کون تمہیں برداشت کرے گا۔ یہ بھائی، بھاوج بھی صرف ہمارے دم سے خاموش ہیں۔ ہم نہیں رہے تو انہیں بھی نظریں پھیرتے دیر نہیں لگے گی۔ پھر کیا کرو گی تم، کچھ اس بارے بھی سوچا ہے تم نے۔“

امجد کا کھڑا رویہ بتا رہا تھا کہ ادھر سے کمپرومائز کے لیے پہل نہیں ہو گی۔ اس بات کا ادراک اب فریدہ کو بھی ہونے لگا تھا۔ اسی لیے اس نے ماں کی پوری بات بڑے تحمل سے سنی تھی۔ امجد کی ہٹ دھرمی نے اسے اندر تک سلگا کے رکھ دیا تھا۔ لہذا جب وہ جواباً بولی تو اس کے لہجے میں تلخی کے ساتھ شکایت بھی تھی۔

”تو تم کیا چاہتی ہو اماں..... اس گھٹیا اور کم ظرف انسان کے ہاتھ پاؤں جوڑ کے اس سے دوبارہ رشتہ جوڑنے کی بھیک مانگوں میں۔ وہ اتنی اکڑ اس لیے دکھا رہا ہے ناں کہ میں کمزور عورت ہوں۔ میری عزتِ نفس کو لہولہان کرتا رہے گا۔ میں اس شخص کے لیے سمجھوتے کا فیصلہ کروں۔ جس نے اتنی معمولی سی بات پر مجھے اپنی زندگی سے بے دخل کرنے میں ایک لمحے کے لیے بھی نہیں سوچا۔ اس نے بیس سالوں کی رفاقت کو ختم کرنے میں بیس سیکنڈز بھی نہیں لگائے۔ آخر یہ مرد ذات طلاق کے ہتھیار سے ہمیشہ عورت کو ہی کیوں ذبح کرتے ہیں۔ کبھی حلالے کے نام پر، تو کبھی دوسرے نکاح کے نام پر قربانی کا جانور بنا کر۔ جرم اور ظلم مرد کرے، اور سزا عورت کو بھگتنی پڑے۔“

فریدہ اپنی غلطی تسلیم کرنے کے بجائے سارے الزام امجد کے کھاتے میں ڈال رہی تھی۔

”تو تم کیا چاہتی ہو۔ اس طلاق کے بعد تم باقی کی عمر میکے کی دہلیز پر بیٹھ کر ہنسی خوشی گزار دو گی۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ ہماری آنکھ بند ہوتے ہی یہ بھائی تمہیں تخت پر بٹھا کر سونے کے نوالے نہیں کھلائیں

www.zemtime.com

گے۔ جنہوں نے تمہارے چند ماہ کے قیام میں منہ کے زاویے ٹیڑھے اور آنکھیں ماتھے پر رکھنی شروع کردی ہیں۔ رہی بات تمہارے بیٹوں کی تو وہ باپ کے ساتھ رہ رہے ہیں۔ جو عیش و آرام انہیں وہاں میسر ہیں۔ تم یہاں نہیں مہیا کرسکتیں۔ کچھ وقت مزید گزرے گا تو وہ تم کو پلٹ کر بھی نہیں پوچھیں گے۔ اپنی اپنی زندگی میں مگن ہوکر ماں کو بھول جائیں گے۔ پھر کیوں خود کو ساری دنیا کے سامنے تماشا بنانے پر تلی ہوئی ہو۔

تم کوئی بچی تو نہیں ہو۔ جسے زندگی کی اونچ نیچ سمجھائی جائے۔"

ماں نے اسے حقیقت کے آئینے میں حالات اور مستقبل کی بڑی بھیانک تصویر دکھائی تو اسے یہ بھی احساس ہونے لگا کہ اتنے مہینوں میں امجد نے پلٹ کر اس کی خبر تک نہیں لی۔ اگر اس نے سچ مچ دوسری شادی کا فیصلہ کرلیا تو کیا کرے گی وہ۔ اسے خاموش اور قائل ہوتا دیکھ کر ساجدہ بیگم امجد کی ماں کی طرف پیغام بھیجنے کا سوچ کر وہاں سے اٹھ گئی تھیں۔

☆☆☆

جب کہ فریدہ کو سبق سکھانے کے لیے بالآخر پانچ ماہ بعد امجد نے دوسری شادی کرنے کا فیصلہ کرلیا تھا۔ زاہدہ بیگم نے بھی فریدہ کے میکے والوں کی طرف سے خاموشی اور فریدہ کی ہٹ دھرمی سے مایوس ہوکر پھر سے بیٹے کا گھر بسانے کے لیے باقاعدہ لڑکیاں دیکھنی شروع کردی تھیں۔

پینتالیس سالہ چار بچوں کے باپ احمد کی دوسری شادی کے لیے کنواری لڑکی کی ڈیمانڈ تھی۔ وہ کسی بچوں والی مطلقہ یا بیوہ کے جھنجٹ میں نہیں پڑنا چاہتا تھا۔ جس کی بھنک جواد کے کانوں میں بھی پڑ چکی تھی۔ اس نے فوراً سے پیشتر ماں کو فون پر گھر میں ہونے والی نئی تازہ سرگرمی کی رپورٹ پہنچادی تھی۔ جسے سن کر حقیقتاً فریدہ کے پیروں تلے زمین نکل گئی تھی۔

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو جواد.....؟"

فریدہ کی سراسیمہ سی آواز برجستہ حلق سے نکلی تھی۔ جواب میں جواد اسے گھر میں ہونے والی سرگرمیوں کے بارے میں بتانے لگا۔

"سچ کہہ رہا ہوں امی ..... میں نے خود اپنے کانوں سے سنا ہے۔ دادی اور عائزہ پھوپھو، ابو کی دوسری شادی کرانے کے لیے لڑکیوں کی تصویریں دیکھ رہی ہیں۔ اس لیے آپ جلدی سے گھر واپس آجائیں۔ ورنہ پھوپھو اور دادی ابو کی دوسری شادی کرا کے ہی دم لیں گی۔"

جواد کی باتوں نے اس کے اوسان خطا کردیے تھے۔ فریدہ کے زعم یا پھر خوش فہمی کا بت بڑی زوردار چوٹ کے ساتھ ٹوٹ کر چکنا چور ہوا تھا۔ لہٰذا اپنی راج دھانی پر کسی دوسری عورت کی حکمرانی کا خطرہ سر پر منڈلاتے دیکھ کر فریدہ کے پاس ایک ہی راستہ بچا تھا۔ وہ نہ صرف امجد کے ساتھ جانے پر رضامند ہوگئی بلکہ امجد کے معافی مانگنے کی اپنی شرط سے بھی دست بردار ہوگئی تھی۔

☆☆☆

امجد کے گھر میں اس وقت پنچایت سے زیادہ عدالت لگی دکھائی دیتی تھی۔ لیکن امجد بھی دل و دماغ سے مصمم فیصلہ کرچکا تھا۔ یہی نہیں بلکہ پچھلے پانچ، چھ مہینوں میں فریدہ کی عدم موجودگی میں وہ اپنی آفس کولیگ امبرینہ سے محبت کی پینگیں بڑھا رہا تھا۔ جو گھر اور بہن بھائیوں کی ذمے داری نبھاتے، نبھاتے عمر کی بہترین بہاریں گنوا چکی تھی۔ امجد کو اتنے سالوں سے جانتی تھی۔ وہ کردار کا ہلکا ہرگز نہیں تھا۔ نہ ہی فریدہ کی موجودگی میں اس نے کبھی کسی عورت کی جانب قدم بڑھائے تھے۔

امبرینہ کے حالات سے بھی وہ اچھی طرح واقف تھا۔ لہٰذا فریدہ کی ضد اور ہٹ دھرمی دیکھتے وہ امبرینہ سے دوسری شادی کرنے کا فیصلہ کرکے اسے پرپوز بھی کرچکا تھا۔ اور وقت اور حالات سے کمپرومائز کرتے چالیس سالہ امبرینہ نے امجد کا پروپوزل قبول بھی کرلیا تھا۔ فریدہ نے اپنی ضد

www.zemtime.com

چھوڑنے میں بہت دیر کر دی تھی۔ لہذا امجد نے سارے رشتے داروں اور بزرگوں کے سامنے اپنا فیصلہ سنا دیا۔

"آپ لوگوں نے بہت دیر کر دی ہے ماموں جی..... اس لیے میری طرف سے معذرت ہے۔ میں فریدہ کو تین طلاقیں مکمل کر کے طلاق کے پیپرز تیار کروا چکا ہوں۔ اب وہ میری زندگی میں کبھی واپس نہیں آ سکتی۔ میں نے اپنی کولیگ سے کورٹ میرج کر لی ہے۔ اس لیے طلاق کے پیپرز آپ لوگوں کو جلد ہی مل جائیں گے۔ رہی بات بچوں کی تو ان میں سے جو بھی اپنی ماں کے ساتھ رہنا چاہے۔ مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ چاہے تو چاروں بیٹوں کو اپنے پاس رکھ لے۔"

امجد کا فیصلہ سن کر وہ سب دم بخود اپنی جگہ بیٹھے رہ گئے تھے۔ اس سے پہلے کہ وہ سب مل کر اس پر خاندانی دباؤ ڈالنے کا ہتھیار استعمال کرتے وہ ان سب کے درمیان سے اٹھ کر گھر سے باہر چلا گیا تھا۔

زاہدہ بیگم اور عائزہ بھی ہکا بکا بیٹھی رہ گئی تھیں۔ جب کہ صابر صاحب کے کندھے داماد کی سنگ دلی دیکھ کر بیٹی کی متوقع بربادی کے خیال سے مزید جھکتے چلے گئے۔ ان کے دونوں بیٹے بھی وہاں بیٹھے ماں، باپ کو طنزیہ نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ جنہوں نے ایک دو نہیں پورے پانچ ماہ بیٹی کو میکے میں بٹھا کے رکھا تھا۔ زاہدہ بیگم نے شرمندگی سے بھائی، بھاوج سے معذرت کی تھی۔ وہ امجد کو من مانی کرنے سے نہیں روک سکتی تھیں۔ فریدہ نے بھی تو ساس کے ساتھ یہی سلوک کیا تھا۔ وہ کس منہ سے بڑی بہن سے امجد کے رویے کی شکایت کرتے۔ وہ لوگ بھی زاہدہ بیگم اور عائزہ کی طرح وہاں سے چپ چاپ لوٹ گئے۔ اپنی اپنی بیویوں کے ساتھ اپنے حجروں میں جا کر بیٹھ گئے تھے۔ مجبوراً ساجدہ بیگم کو ہی بیٹی کو اس کی بربادی کی خبر سنانی پڑی۔ جو بے چینی سے اپنے کمرے میں جلے پیر کی بلی کی مانند ادھر سے ادھر ماں باپ کی واپسی کی منتظر تھی۔

"میں نے تم سے کتنا کہا تھا فریدہ..... اپنی ضد چھوڑ کے اپنے گھر واپس جانے کے لیے مان جاؤ۔ مرد کو بے عزت کر کے، اسے اپنے قدموں میں جھکا کر کوئی عورت اس کا دل جیت نہیں سکتی۔ مگر تم نے اپنی شرط اور ضد نہیں چھوڑی۔ تم نے دیر کر دی فریدہ..... اور ہم تمہارا گھر ٹوٹنے سے نہیں بچا سکے۔ امجد نے دوسری شادی کر لی ہے۔"

کوئی بم تھا جو اس کی سماعتوں پر پھٹا تھا۔ وہ کسی پتھر کے مجسمے کی مانند ساکت و جامد کھڑی ماں کا چہرہ تک رہی تھی۔

"دیکھ لیا تم نے اپنی ہٹ دھرمی اور من مانی کا انجام۔ ارے یہ مرد کبھی ایک عورت کا ہو کر نہیں رہ سکتے۔ ان کی سرشت میں ہرجائی پن ہوتا ہے۔ یہ کسی بھی وقت دھوکا دے سکتے ہیں۔ مگر امجد کو یہ سب کرنے کا موقع تم نے خود دیا ہے۔ تو اب بھگتنا بھی تمہیں ہی پڑے گا۔ کاش تم پہلے ہی اپنی غلطی کا احساس کر لیتیں۔"

ماں اس کے سامنے بے بسی سے ہاتھ مل رہی تھی اور اسے آج صحیح معنوں میں اپنے چار بیٹوں کی ماں ہونے کا غرور مٹی میں ملتا نظر آیا تھا۔ کیونکہ چاروں بیٹوں نے ماں کے بجائے باپ کا انتخاب کرتے ہوئے امجد کے ساتھ اپنے گھر میں رہنے کا فیصلہ کیا تھا۔ امجد نے باقی کی دو طلاقوں کے ساتھ قانونی طور پر طلاق کے پیپرز اسے بھجوا دیئے تھے۔ ساجدہ بیگم نے طلاق کے پیپرز کا لفافہ اس کے سامنے بیڈ پر رکھ دیا تھا۔ اور وہ غیر یقینی نگاہوں سے اس لفافہ کو دیکھ رہی تھی۔

کیسے کہہ دوں کہ مجھے چھوڑ دیا ہے اس نے
بات تو سچ ہے، مگر بات ہے رسوائی کی

☆☆

www.zemtime.com
ZEMTime SINCE 2014